حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی
مدرس دار العلوم حقانیہ

مولانا صاحبزادہ حافظ سیّد احمدؒ

—— ایک علمی اور تاریخی شخصیت ——

کاروانِ کشتگانِ عشق، جماعت۔ دعوت و عزیمت، گروہ مجاہدانِ سربکف اور چند نفوس قدسیہ (جن کے دلوں میں حمیت دینی اور سینوں میں غیرت ایمانی کا بحرِ زخّار اور دریائے ناپیدا کنار موجزن تھا) پر مشتمل ایک قافلہ اپنا مختصر زادِ سفر لے کر سیّد المجاہدین حضرت سید احمد شہید کی زیرِ قیادت رائے بریلی سے روانہ ہوا۔ اور ہند کے مختلف صوبجات کو طے کرتے ہوئے باب الاسلام سندھ سے شالدرہ (کوئٹہ) وادیٔ بولان پہنچے۔ درہ بولان سے پشین کے راستے سرحد عبور کرتے ہوئے قندھار اور غزنی کے بعد کابل میں چند روز قیام کیا۔ کابل سے یہ سرفروشانِ اسلام براستہ درہ خیبر جو کہ بقول حفیظ جالندھری مرحوم ؎

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

وادیٔ پشاور میں وارد ہوئے۔ راستے میں جو بھی صاحب دل ان کی دعوت کی روح اور دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی حقیقت سمجھ لیتا۔ وہ اس صفِ مجاہدین سربکف میں شامل ہو کر اپنی جان سپاری پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا۔ کیونکہ حضرت سید صاحبؒ جہاں بھی جاتے اور جس راستے سے ان کا گزر ہوتا۔ ترغیب جہاد کا الہامی ناقوس لوگوں کے دلوں میں حرارت ایمانی پیدا کرتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس مختصر قافلہ نے ایک جیش پُر طیش اور فوج ظفر موج کی صورت اختیار کر لی۔ ؎

میں تو تنہا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ کچھ ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

ان مومنانِ باایقان کا مقصد صرف اعلاءِ کلمۃ اللہ اور شعائرِ دین کو سکھ راج کی دست درازیوں سے آزاد کرنا تھا۔ لیکن دستورِ زمانہ کے مطابق زرپرست، اقتدار پسند، سکھ نواز اور کاسہ لیسانِ فرنگ اربابِ ہوس خوانین اور ان کے حواریوں نے ان حضرات کو اپنے لئے اور اپنے جاہ و حشم۔ ریاست و سیاست اور قیادت و سیادت کے لئے خطرہ خیال کر کے ان کے درپئے آزار ہو گئے۔ اور ان گدایانِ دیارِ عشق کے ساتھ ظالمانہ سلوک قتل و دغا الزام تراشی

اور بہتان طرازی کا ایک ایسا مظاہرہ کیا کہ تاریخ انسانیت اس پر حیران اور گردن نگوں ہو جاتی ہے۔

وہابی اگرچہ کوئی گالی نہیں لیکن شاطرانِ فرنگ نے اس لفظ سے وہ کام لیا جو ان کے توپ و تفنگ اور تیغ و تلوار سے بایں طریق ممکن نہ تھا۔ یہاں بھی یہ لفظ اس مقدس و پاکیزہ تحریک کی ناکامی کا سبب بنا۔ مشائخ علماء سرحد میں جس شخصیت نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ حضرت سید امیر صاحب عرف کوٹھے بابا جی صاحب رحمہ اللہ ہیں۔ آپ نے شہید بالاکوٹ سید احمد شہید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ اور ان کے معتمد اور رفقاء خاص میں سے تھے۔ ان کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے مصائب و آلام کی دشوار گذار گھاٹیاں طے کیں۔ اور نہایت ہی کٹھن و صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ کے پائے استقلال و ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ و احیائے سنت رسول ﷺ جیسے گوہر مقصود کے لئے اپنی عزت و ناموس اور رفعت و عظمت کو نثار کر دی۔ مندرجہ بالا شخصیت حضرت صاحبزادہ حافظ سید احمد صاحب اس تاریخی صاحب عزیمت شخصیت کے فرزند اور ان کے خلیفہ و جانشین ہیں۔

حضرت بابا جی صاحب کے صاحبزادے اللہ بخش یوسفی نے تاریخ یوسف زئی پٹھان میں حضرت بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے چار فرزند بتائے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ محمد اسرائیل۔ سید محمود۔ سید احمد اور سید لطیف۔ اور تواریخ حافظ رحمت خانی میں پانچ فرزندوں کے نام درج ہیں۔ یہ مذکورہ چار اور پانچواں باچاگل۔ صاحبزادہ عبدالحیٔ ابن صاحبزادہ سید احمد نے مدح الابرار میں اپنے پشت وار تذکرہ میں اسی ترتیب سے جو کہ تاریخ یوسف زئی میں درج ہے۔ ان چار صاحبزادوں کا تذکرہ کیا ہے۔

اختر افغانی روحانی رابطہ میں رقم طراز ہیں۔ کہ تاریخ یوسف زئی میں ان کے چار فرزندوں کے نام درج ہیں ——

؎۱ آپ کا مفصل تذکرہ نظم الدرر فی سلک السیر از ملا صفی اللہ۔ مدح الابرار و مخزن الاسرار از صاحبزادہ سید احمد روحانی رابطہ از قاضی عبدالحلیم اثر افغانی۔ تاریخ پشاور۔ از کپتان اے جی ہسٹنگز۔ تاریخ یوسف زئی پٹھان۔ از اللہ بخش یوسفی۔ سیرت سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہید و جماعت مجاہدین از غلام رسول مہر۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از امیر شاہ قادری۔ رسالہ مناقب حضرت جی از صاحبزادہ سید احمد صاحب رسالہ خوارق از مولوی غلام رسول صوفی اور رسالہ مظفر نامہ از مرزا عبدالاحد احمد کشمیریؒ ملاحظہ ہوں۔

؎۲ جماعت مجاہدین میں مولانا غلام رسول مہر رقمطراز ہیں۔ (ملا صاحب کوٹھا) سید صاحب کے مخلص ارادت مند تھے۔ بیعت اقامت شریعت کے بعد انہیں کوٹھا کا قاضی بنا دیا گیا۔ اور نیز ملا صاحب کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ "میں بیعت شدہ سید احمد بریلوی مرشد مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کا ہوں۔ ص ۲۷۶

محمد اسرائیل ۔ سید محمود ۔ سید احمد اور سید لطیف ۔ اور بحر الانوار میں صرف دو صاحبزادوں کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ محمد اسرائیل ۔ سعید احمد (یہ دراصل سید احمد ہے) لیکن ان دونوں کتابوں کے بیانات صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ کے مشہور خلیفہ مولانا صفی اللہ خان صاحب جنہوں نے حضرت باباجی صاحب کی سوانح و سیرت پر مشتمل تین اہم تاریخی کتابیں لکھی ہیں۔

۱۔ نظم الدرر فی سلک السیر ۲۔ مخزن الابرار ۳۔ بدر منیر۔ انہوں نے حضرت جی صاحب کے صاحبزادوں کے حالات نہایت بسط و تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ایک قصیدہ میں انہوں نے حضرت جی کے سات صاحبزادوں کا تذکرہ کیا ہے ۔ محمد اسرائیل ۔ سید محمود ۔ سید احمد ۔ سید لطیف ۔ سید ابدال ۔ سید عبدالوہاب اور سید عبداللہ[۱]

جناب اثر افغانی صاحب نے جو تعداد بحوالہ نظم الدرر بتائی ہے یہ صحیح ہے کیونکہ مدح الابرار میں ان تمام صاحب زادوں کے نام مذکور ہیں۔ صاحب بحر الانوار نے جو دو صاحب زادے ذکر کئے ہیں یہ قطعی غلط ہیں۔ اب رہا معاملہ چار، پانچ اور سات کا۔ تو اس بارے میں راقم کہتا ہے۔ کہ سلسلۂ نسب ان چار فرزندوں جو کہ تاریخ یوسف زئی میں اللہ بخش یوسفی اور مدح الابرار میں صاحب زادہ عبدالحی نے ذکر کئے ہیں۔ ان سے چل نکلا ہے اور تواریخ حافظ رحمت خانی میں جو نام باچاگل ذکر کیا گیا ہے یہ دراصل سید عبدالوہاب کا عرف ہے۔ مدح الابرار میں آپ پر محمد انور کشمیری کا ایک مرثیہ بھی مذکور ہے جس میں اس کے عین عالم شباب میں موت پر اظہار افسوس کیا گیا ہے۔ آپ کا سال وفات مطابق مرثیہ انور کشمیری ۱۲۹۳ھ ہے۔ اس وقت حضرت جی بقید حیات تھے۔

ایک اہم وضاحت | مولانا غلام رسول مہر جماعت مجاہدین میں رقمطراز ہیں:

"ان کے اولاد نرینہ نہ تھی حقیقی بھانجے صاحبزادہ عبداللطیف کو خانہ داماد بنالیا تھا وہ بھی اہل فاضل تھے۔" مذکورہ بالا تصریحات کے بعد مولانا مہر کا بیان غلط فہمی پر مبنی ہے۔ نیز آپ کے بھانجے کا نام صاحبزادہ عبداللطیف نہ تھا۔ بلکہ صاحبزادہ عبدالرؤف جن کا تذکرہ اس مضمون کے ذیل میں آئے گا۔

ولادت اور نام و نسب | آپ کا پورا نام صاحبزادہ حافظ سید احمد بن حضرت سید امیر حضرت جی صاحب رحمہ اللہ بن محمد سعید صاحب بن یار محمد صاحب بن عبدالغفور صاحب بن مہر بیگ صاحب بلقادری نقشبندی ہے۔ آپ کے پردادا غزنی خراسان سے مغل شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ۹۸۳ھ میں آئے[۲] اور یہاں یوسف زئی قوم اطمان قریہ کوٹھہ میں سکونت اختیار کی۔ نظم الدرر میں بلغادر اور بعض مقامات پر بلقادر لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ کونسا مقام ہے۔ آپ حضرت باباجی صاحب کے

---

[۱] روحانی رابطہ ص ۹۴ [۲] مدح الابرار

تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ۱۲۵۶ھ کو موضع کوٹھہ میں پیدا ہوئے۔ اور لالہ گل کے عرف سے یاد کئے جاتے ہیں۔[1]

ابتدائی تعلیم | آپ آٹھ سال تک اپنے گھر پر رہے۔ ان کی تربیت اچھے طریقہ سے کی گئی۔ اس کے بعد پنہ کمالزئی غلہ ڈھیر ضلع مردان میں حافظ عبدالغفور صاحب کے پاس بھیجے گئے۔ اور ان سے حفظِ قرآن شروع کیا۔ وہاں پر حضرت جی صاحب کے مریدِ خاص عبدالقادر خان خان آف طورو آپ کی نگرانی اور خدمت کرتے تھے۔ وہاں تقریباً چھ سات سال گذارے۔ پھر گاؤں تشریف لائے۔ اور فارسی نظم و خط و کتابت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اپنے خاندانی استاد شیر گل خان عرف گل اخونزادہ جو فارسی نظم میں مہارت رکھتے تھے، کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے آپ حضرت جی صاحب کے مرید اور خادمِ خاص تھے۔[2]

تحصیل علوم دینیہ | حفظِ قرآن اور فارسی نظم و تحریر و کتابت کے بعد تحصیل علوم دینیہ کو توجہ دی۔ اور موضع ٹوپی میں صاحبزادہ عبدالروف صاحب عرف لالہ جی سے علوم منقولہ و معقولہ کا آغاز کیا، چونکہ صاحبزادہ عبدالروف صاحب بھی صوبہ سرحد کی عظیم علمی شخصیت ہیں اس لئے ان کا مختصر تذکرہ یہاں ضروری ہے۔

صاحبزادہ عبدالروف عرف لالہ جی صاحب | آپ کو خداوند قدوس نے خصوصی وہبی انعامات سے نوازا تھا نہایت ہی ذہین و فطین ذکی اور جامع المعقول والمنقول فاضلِ اجل اور بارع الکمال شخصیت تھے۔ حضرت جی صاحب کے بھانجے اور داماد تھے۔ توحید و سنّت کے عظیم مبلّغ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے باکمال مدرس تھے۔ سینکڑوں طلبہ نے آپ سے علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ حضرت جی صاحب سے نسبت کی وجہ سے آپ پر بھی وہابیت کا الزام لگایا گیا۔ اور اس طرح مخالفین آپ کو قتل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے۔

چنانچہ اللہ بخش یوسفی رقمطراز ہیں:-

عبدالروف صاحب کو قتل کرنے کی کوششیں ہوئیں لیکن مخالفین کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر علاقہ پکھلی (ہزارہ) سے تین افراد نے یہ فیصلہ کیا کہ بیک وقت حضرت کوٹہ ملا مولوی اشرف علی زروبی (؟) جو اپنے وقت کے مشہور عالم تھے اور مولوی عبدالروف کو قتل کر دیا جائے۔ اول الذکر دونوں ان قاتلوں کے ہاتھوں میں پھنس نہ سکے لیکن تیسرے نے مولوی عبدالروف کے آستانہ پر دستک دی۔ وہ باہر نکلے اور ابھی بات بھی نہ کر پائے تھے کہ ان پر مسلسل خنجر کے وار کئے گئے۔ تو وہ وہیں شہید ہو گئے۔[3]

آپ کی شہادت کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ آپ تہجد کے لئے مسجد تشریف لاتے تھے۔ قاتل نے آپ کو مسجد آنے سے پہلے ہی ان کا راستہ روک لیا تھا۔ پس جب وہ گھر سے نکلے تو آپ پر خنجر سے وار کیا

---

[1] احمد نامہ [2] ایضاً [3] تاریخ یوسف زئی پٹھان ص ۵۵۰

اور بعض روایات کے مطابق آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ قاتل نے گولی چلائی۔ اور عین حالتِ نماز میں مسجد میں شہید کردیئے گئے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ۱۹ راگست ۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۹۰ھ پیش آیا۔ اس وقت آپ عالم شباب میں تھے۔ نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں بانی اسلامیہ کالج پشاور آپ کے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں مشہور ترین تصنیف "شہاب الثاقب لرجم القاضی علی الغائب" ہے اس کے بلیغ خطبہ میں فرماتے ہیں:-

اما بعد فیقول العبد المفتاق الی رحمة ربه الخلاق عبد الرؤف بن قطب العالم اللودی نسبًا الحنفی مذهبًا النقشبندی مشربًا لما قرب خروج الدجال وبعد عهد انوار التنزیل اخذ الناس باتباع طلائعهم وخاضوا فی لجات الاضلال والتضلیل واکبوا علی مناخرهم فی ابتغاء مرضاة المهوی ونبذوا ورائهم اقتفاء آثار السنة والهدی ترهم بما لدیهم فرحین عن الیمین والشمال عزین لقد صدق علیهم ابلیس ظنه فلا یری فیهم من الایمان لا اثرا ولا رسمًا ما بقی لدیهم من الاسلام الا علما واسما الخ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

دوسری تصنیف المامول حاشیہ فصول ہے۔ اصول الشاشی کی شرح فصول الحواشی کا حاشیہ المامول آپ کے قلم کا بہترین شاہکار ہے۔ اور بھی کئی تصنیفات ہیں جن کی تفصیل المامول کے صفحہ آخر پر دی گئی ہے۔

صاحبزادہ حافظ سید احمد صاحب نے آپ سے فقہ۔ اصول فقہ۔ اور منطق و معقولات کی بعض کتابیں پڑھی ہیں۔ مرزا عبدالاحد صاحب احمد کشمیری مظفر نامہ میں آپ کے متعلق فرماتے ہیں:-

ارسطو ز تدبیر او جرعہ خوار فلاطون از و دانش آموز کار

علم حدیث و تفسیر کے لئے سفر ہندوستان ۱۲۷۹ھ میں ہندوستان اور بنگال کے لئے رختِ سفر باندھا۔ چند سال بنارس، پٹنہ اور کلکتہ میں گزار کر دہلی تشریف لائے اور دہلی کے مشہور محدث مولانا سید نذیر حسین صاحب سے علوم تفسیر و حدیث کی تکمیل کی۔ اس وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب علوم حدیث میں مشہور تھے۔ اور آپ کا حلقۂ درس کافی وسیع تھا۔ اس وجہ سے دور دراز سے طلبا علوم حدیث آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔

حج بیت اللہ کے لئے روانگی جب آپ مروّجہ علوم فقہ و اصول عقائد و کلام صرف و نحو معانی و بیان۔ عروض و قوافی ادب و میراث حکمت و ہیئت ریاضی و فلسفہ تاریخ۔ الجبرا و حساب تفسیر و حدیث مناظرہ و موسیقی اور کیمیا و منطق وغیرہ سے فارغ ہوئے۔ تو ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں حج و زیارت بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا۔ وہاں پر سلطان کے کتب خانہ کا مطالعہ کیا۔ اور بہت سی نادر کتابیں اپنے پاس جمع کیں۔ حج و زیارت سے فراغت کے بعد اپنے بھائی سید لطیف کے بارے میں سنا کہ ریاست بھوپال میں بحیثیت نواب مقرر ہیں تو ان کے پاس چلے گئے۔

صاحبزادہ سید لطیف مرحوم حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مرزا عبدالاحد احمد آپ کے اتالیق تھے۔ جو فارسی کے پرگو شاعر تھے۔ مظفر نامہ آپ کی تصنیف ہے حصولِ علم کے بعد ہندوستان کی مشہور ریاست بھوپال تشریف لے گئے۔ اور ریاست کے نواب مقرر ہوئے۔ اس وقت نواب شاہ جہاں بیگم[1] کا ان کے ساتھ عقد نکاح زیرِ غور تھا۔ اور نواب صدیق حسن خان صاحب ریاست کے میر منشی تھے۔ مگر اس تجویز پہ اس لئے عمل نہ ہوا۔ کہ حضرت جی صاحب نے دعا کی تھی کہ اے خدا میرے بیٹوں کو دنیا کے کنوئیں سے نکال لیں۔

چونکہ آپ کا کافی عرصہ ریاست بھوپال میں قیام ہوا تھا۔ اور حافظ سید احمد صاحب بھی ان کے ساتھ تھے اس لئے ۱۲۸۸ھ کو واپس اپنے وطن تشریف لائے۔ اس کے بعد اسی سال یعنی ۱۲۸۸ھ کو نواب شاہ جہاں بیگم سید صدیق حسن خان صاحب کے عقد میں آئیں۔ بقیہ عمر تا حین موت اپنے گاؤں میں گزاری اور ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بروز پنجشنبہ انتقال کر گئے۔ رحمہ اللہ[2]

صاحبزادہ عبدالحیٔ ناطقؔ بن صاحبزادہ حافظ سید احمد صاحب نے ان پر دو مرثیے لکھے ہیں جن کے چند اشعار

---

[1] نواب شاہ جہاں بیگم نہایت علم دوست اور علما پرور خاتون تھیں۔ خود بھی انشاء و شعر و ادب اور لغۃ فارسی میں ماہر تھیں۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۴ میں ان کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

واستفادت ادب الریاسۃ والسیاسۃ حتی برعت فی ذالک الاقران وامتازت بینھم فی القدرۃ علی ترجمۃ القرآن وتحریر رسائل الدینیہ وتقریب المسائل الدولیہ کان یضرب بھا المثل فی الذکاء والحفظ والکرم والجود الخ

جب ان کی والدہ ہوئیں ۱۲۸۵ھ میں تو آپ مسند ریاست پر براجمان ہوئیں۔ اس کے بعد جب آپ کے شوہر نواب باقی محمد خان کا انتقال ہوا تو ۱۲۸۸ھ میں سید صدیق حسن خان قنوجی کے عقد میں آئیں۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب نزہۃ الخواطر میں ان کی فیاضی، سخاوت، علم دوستی، علما پروری اور رعایا پسندی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وکانت صاحبۃ الفضل والکرم وربۃ النعم عمرت الدیار واحییت المدارس العلیہ وبنت المساجد العظیمۃ وقررت الوظائف الفخیمۃ وحفرت الابار وغرست الحدائق والاشجار واحدثت العمائر الکبار واسبلت ذیول المنح والعطایا علی اھل الفضل من اھل الھند واھل الحرمین الشریفین والیمن والشام والعراق وغیرھا من البلاد (الی) وانفقت مالا عظیما علی طبع المصحف والتفسیر والحدیث واللغۃ وغیرھا من العلوم والفنون۔

آپ نے ایک مدرسہ جہانگیریہ کی بنیاد بھی رکھی۔ تصنیفات میں دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ دیوان شعر اور تہذیب نسواں۔ آپ کا انتقال صفر ۱۳۱۹ھ میں ہوا۔ رحمہا اللہ۔

[2] مناقب حضرت جی۔

درج ذیل ہیں:۔

باکہ گویم غم و افسانۂ خود — دادم از دست چوں جانانۂ خود
ملک الموت بیامد نہ اِلٰہ — برد سیمرغ[۱۳۱۰] زکاشانۂ خود
از ربیع الاول و پنجشنبہ بروز — بلست دوم شد بہ شب تانۂ خود
مخزنِ لطف بود سید لطیف — شاہ بھوپال در زمانۂ خود
ناطقا جائے او بخلد بگو — صبر دہ با دلِ دیوانۂ خود

دوسرے مرثیہ کے چند اشعار۔

دلم شد پارہ در ہجر غمش یارب چہ تدبیر است — بجز صبرے نمے بینم دگر دارو کہ اکسیر است
در جنت کشا او را و داخل کن ز لطفِ خود — بر آور کام آں بیچارہ گر مقبول تقدیر است
ہزار و سہ صد و دہ[۱۳۱۰] بود از ہجری چوں رحلش رفت — بہ پختہ مسکن از مسکن کہ از بس خام تعمیر است
فغاں بے عدد خیزد ز عبد الحیؒ بہ مرگ او — کہ اسمش سید لطیف صاحب بخلقِ نیک تشہیر است[۱]

شغل تصوف | سفر حرمین و بھوپال سے واپسی پر آپ نے اپنے والد حضرت جی صاحب سے شغل تصوف شروع لیا۔ اور ان کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔

سلسلہ مشائخ یہ ہے:۔

حافظ صاحبزادہ سید احمد صاحب از سید امیر حضرت جی صاحب از حضرت خواجہ فضل حق صاحب۔ از حضرت خواجہ فضل احمد عرف حضرت جی پشاوری۔ از حضرت خواجہ محمد رسا صاحب۔ از حضرت خواجہ محمد پارسا صاحب۔ از خواجہ نقشبند ثانی۔ از حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب۔ از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ الخ

حضرت جی صاحب نے یار محمد کابلی رحمۃ اللہ سے بھی بیعت کی تھی۔ بنا بریں حضرت حافظ صاحبزادہ کا سلسلہ یوں ہے۔ حافظ صاحبزادہ سید احمد از حضرت جی صاحب۔ از حضرت یار محمد کابلی از حضرت خواجہ سراج الدین۔ از حضرت محمد آفاق۔ از حضرت خواجہ ضیاء اللہ۔ از حضرت خواجہ محمد زبیر۔ از حضرت خواجہ نقشبند ثانی رحمہم اللہ۔

حضرت جی صاحبؒ نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا تھا۔ جب حضرت جی صاحب کا انتقال ۱۲۹۴ھ میں ہوا تو آپ ان کے خلیفہ اور جانشین مقرر ہوئے۔

حج بیت اللہ کے لئے دوبارہ سفر | والد صاحب کی وفات کے بعد دوبارہ ۱۳۰۲ھ میں حج بیت اللہ کے لئے

---

[۱] مناقب حضرت جی۔

عازم ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد مجددی خاندان کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ ابوالخیر مجددی سے ملاقات کی۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

سفرِ ہندوستان بغرض زیاراتِ اولیاء | ۱۳۰۴ھ دل میں حضرات مشائخ کی زیارات کی تمنا پیدا ہوئی۔ اپنے ساتھ چند مریدوں کو لے کر سرہند اور دوسرے مقامات میں مشائخ کی زیارت کی۔ واپسی پر اپنے علاقہ میں تدریس و تلقین تصوف اور وعظ و تبلیغ کا آغاز کیا۔ چونکہ آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ اس لئے دور دراز سے لوگ آں محترم کی زیارت و وعظ سننے کے لئے آتے۔ صاحب احمد نامہ کے بیان کے مطابق بہترین خوش الحان حافظِ قرآن تھے۔

باوجودیکہ جہاں گشتہ اور دنیاوی لحاظ سے فارغ البال تھے لیکن مزاج میں کسی قسم کا تعصب و تشدد نہ تھا۔ بلکہ فقیر منش اور گوشہ نشین شخصیت تھے۔

زیارتِ حرمین کے لئے تیسری بار عزمِ سفر | تیسری بار ۱۳۰۷ھ کو حج بیت اللہ کے لئے رختِ سفر باندھا۔ مناسک حج سے فراغت کے بعد جب واپس وطن تشریف لاتے تو تادمِ واپسین اپنے گاؤں ہی میں رہے[۱]

آپ کا مسلک | اگرچہ اوپر گذر چکا ہے کہ آپ نے تفسیر و حدیث کی تعلیم سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے حاصل کی تھی مگر آپ مذہب حنفی اور تقلید حضرت امام ابوحنیفہؒ پر کاربند تھے چنانچہ آپ کے صاحب زادے عبدالحیؒ لکھتے ہیں۔

حنیفی مذہب و اولادِ نیکاں
بہ ہرکس مے نمودش خاکساری[۲]

مشہور تلامذہ اور مادحین علماء | اگرچہ آپ کے تلامذہ کی صحیح تعداد معلوم نہیں لیکن صاحب احمد نامہ کے مطابق نواب سید صدیق حسنی خان صاحب آپ کے خرمنِ حکمت کے خوشہ چین تھے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ صاحبزادہ حافظ صاحب کے بھائی صاحبزادہ سید لطیف صاحب بھوپال میں نواب تھے۔ اور نواب صدیق حسن صاحب وہاں پر میر منشی تھے۔ صاحبزادہ حافظ صاحب حج سے واپسی پر جب اپنے بھائی کے ہاں ٹھہرے تو نواب شاہجہاں بیگم نے آپ کی خوب خاطر تواضع کی۔ اور شاہی میزبانی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی۔ اس بارے میں صاحب احمد نامہ نے تصریح نہیں کی کہ نواب صاحب نے آپ سے کون سے علوم اور کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ البتہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حافظ صاحبزادہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تمام مروّج علوم میں مہارت دی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی کتب سے بھی شناسائی رکھتے تھے۔ ہو سکتا ہے دربار بھوپال میں آپ نے صاحبزادہ صاحب سے استفادہ کیا ہو۔

مؤلف نزہۃ الخواطر مولانا سید عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:۔

---

[۱] احمد نامہ [۲] مناقب حضرت جی

ولقی العلماء والشیوخ ولقی بعض خلفاء السید الامام احمد بن عرفان الشهید ودعاته وهم یعطفون علیه لان والده من اصحاب السید الشهید[1]

یہ اقتباس نواب صدیق حسن خان صاحب کے حالات سے راقم نے نقل کیا ہے۔ اگرچہ یہاں پر صاحبزادہ صاحب کے نام کی تصریح نہیں لیکن سابقہ بیانات اور تاریخی حالات سے یہ اندازہ بعید از قیاس نہیں کہ اس سے مراد صاحبزادہ صاحب ہوں گے کیونکہ ان کا یہ جملہ کہ لان والدہ من اصحاب السید الشہید۔ تو صاحبزادہ صاحب کے والد جیسا کہ مقالہ کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ساتھی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرنے والوں میں سے تھے۔ پس ان تاریخی شواہد کے بعد جب ان کی ملاقات یقینی ہوگئی تو معاصرت اور ملاقات کے بعد استفادہ بعید از امکان نہیں۔

۲۔ صاحب احمد نامہ نے مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کا نام بھی آپ کے تلامذہ میں لکھا ہے۔ چنانچہ احمد نامہ میں یہ شعر درج ہے۔

پہ دکن کبنں ئے د علم شہرت ډیر دے
عبدالحئ او دا سے نور ے شاگردان

یعنی دکن میں آپ کا شہرۂ علم بہت زیادہ ہے۔ عبدالحئی اور اس طرح اور ان کے شاگرد ہیں۔ عبدالحئی کے ساتھ حاشیہ میں مولانا عبدالحئی لکھنوی کی تصریح کی گئی ہے۔ معاصرت کے بارے میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں کیونکہ مولانا عبدالحئی لکھنوی ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ان کی تاریخ وفات ۱۳۰۴ھ ہے۔ جب کہ صاحبزادہ حافظ صاحب کی تاریخ ولادت ۱۲۵۶ھ اور سن وفات ۱۳۱۹ھ ہے۔

مولانا لکھنوی اپنے بارے میں ترجمۃ المؤلف کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔

ولدت فی السادس والعشرین من ذی القعدہ یوم الثلثاء سنۃ اربع وستین بعد الألف والمائتین من الھجرۃ فی بلدۃ باندہ حین کان والدی المرحوم مدرسًا بہا۔ واشتغلت بحفظ القرآن المجید من حین کان عمری نحو خمس سنین وفرغت عنہ حین کان عمری عشر سنین وفی اثناء ذالک قرءت بعض الکتب الفارسیۃ وغیر ذالک وبعد ما فرغت من الحفظ وکان ذالک فی جونفور شرعت فی تحصیل العلوم العربیۃ من حضرۃ الوالد المرحوم و قرءت علیہ جمیع الکتب الدرسیۃ من میزان الصرف الی تفسیر البیضاوی والقدیمۃ و النفیسی والشمس البازغۃ وغیرھا من کتب علم الحدیث والتفسیر والفقہ والاصول

---

[1] نزہۃ الخواطر ص ۱۸۷، ۱۸۸۔

وسائر کتب المنقول والمعقول وفرغت عن التحصیل حین کان عمری سبع عشرۃ سنۃ مع فترات وقعت بسبب الراحلتین۔ احدھما الرحلۃ من الوطن الیٰ حیدر آباد دکن۔ وثانیتھا من حیدر آباد الیٰ الحرمین الشریفین ولم اقرأ شیئاً من الکتب العلمیۃ علیٰ غیر الوالد الا بعض کتب علم الریاضی کشرح التذکرۃ للبرجندی وللفخری وللسیّد السند ورسالۃ الاسطرلاب للطوسی وزیج الغ بیگ مع شرحہ للبرجندی وزیج بہادرخانی ورسالۃ فی النجوم فقد قرأتھا بعد وفاتہ علیٰ خالہ واستاذہ مولانا محمد نعمت اللہ المرحوم صاحب الید الطولیٰ فی العلوم الریاضیۃ وانا آخر من تلمذ علیہ[۱]

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ اس نے تمام علوم وفنون اپنے والد مولانا عبدالحلیم لکھنوی مرحوم اور مولانا نعمت اللہ لکھنوی سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہاں صاحب احمد نامہ نے ان کو صاحبزادہ حافظ صاحب کے تلامذہ میں بھی شمار کیا ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ حیدر آباد دکن میں دونوں کی ملاقات ہوئی ہو۔ کیونکہ صاحب احمد نامہ نے جس شعر کا تذکرہ اوپر کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ دکن میں بھی آپ کی شہرت علم بہت زیادہ ہے اور عبدالحی اور ان جیسے اور بھی ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ اس شعر میں دکن کی تصریح موجود ہے۔ اور مذکورہ بالا اقتباس میں بھی حیدر آباد دکن کا ذکر آیا ہے۔

آپ کے مادحین میں مولانا رحمت اللہ اور وزیر خان کے اسماء صاحب احمد نامہ نے ذکر کئے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں

پہ آگرہ او پہ مکہ کښې ئې صفت کړی　　　مهاجر رحمت الله بل وزیر خان

مہاجر رحمت اللہ سے مراد مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ہیں۔ برصغیر میں بلکہ تمام عالم اسلام میں تردید مسیحیت اور ابطال عقیدۂ تثلیث کے لئے ان جیسا مناظر موجود نہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی۔ بقول حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مرحوم مولانا رحمت اللہ کیرانوی ان اکابرین میں سے تھے جنہوں نے تیرہ صدی میں چودھویں صدی کے لئے دین کے تحفظ اعلاء واشاعت حق کا انتظام کیا۔

ردّ مسیحیت اور ابطال عقیدۂ تثلیث پر آپ کی کئی وقیع اور سنجیدہ کتابیں ہیں۔ مثلاً ازالہ اوہام۔ ازالہ شکوک اظہار الحق۔ اعجاز عیسوی۔ بروق لامعہ۔ معدل المعوجاج المیزان۔ تقلیب المطاعن۔ احسن الاحادیث ابطال التثلیث۔ البحث الشریف وغیرہ کتب آپ کی جولانیٔ کلک اور قلم حقیقت رقم کے بہترین شاہکار ہیں۔

مشہور پادری فنڈر نے جب وسیع پیمانے پر عیسائیت کا جال پھیلایا اور مناظرہ بازی، لٹریچر اور کتابوں کا بازار گرم کیا تو اس کے لئے سب سے پہلے مولانا رحمت اللہ میدان میں آئے۔ اور اس کی کتاب میزان الحق کی تردید میں ساڑھے

---

۱ مقدمہ عمدۃ الرعایا ص ۲۹ والتعلیق الممجد علی الموطا امام محمدؒ

سو صفحات پر مشتمل ازالۃ الاوہام کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح سلطان ترکی کی ایما پر جب پادری فنڈر نے وہاں بھی اپنی مذموم حرکات کا ارتکاب کیا (حالاں کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے آگرہ میں اس کو اور اس کے تمام حواری عیسائی مبلغین کو شکست فاش دی تھی) آپ ترکی تشریف لے گئے۔ اور وہاں چھ ماہ قیام کیا۔ اس ششماہی قیام کے دوران آپ نے شہرۂ آفاق کتاب جس نے مسیحی دنیا کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اظہار الحق تصنیف کی پہلی دفعہ جب اس کا انگریزی ترجمہ لندن پہنچا تو لندن ٹائمز نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

" اگر لوگ اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی "

انگریزی کے علاوہ اس کا فرانسیسی ترکی اور جرمنی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ اردو میں اس کا بائبل سے قرآن تک کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں مولانا اکبر علی صاحب اور مولانا محمد تقی عثمانی نے کیا ہے۔

ڈاکٹر وزیر خان صاحب علامہ رحمت اللہ کیرانوی کے ساتھی تھے اور انگریزی مآخذ میں مولانا کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

مرض وفات اور انتقال ۱۳۱۹ھ بروز منگل چھ رمضان المبارک کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ مرض بظاہر معمولی معلوم ہوتا تھا لیکن بالآخر وہ پیک اجل ثابت ہوا۔ اور چھ دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۲ رمضان المبارک بروز پیر ۱۹ ۱۳ ۱ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء کو اس دار فانی سے انتقال کر گئے۔ دوسرے دن بروز منگل نماز جنازہ زروبی کے مولوی محمد شریف اللہ نے پڑھائی۔ اور اپنے والد بزرگوار حضرت جی کے پاس موضع کوٹھہ میں مسجد و مقبرہ حضرت جی میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

مرثیہ کے چند اشعار (آپ کے صاحبزادے صاحبزادہ عبدالحیٔ ناطق کے فارسی مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دلم ترقد ز ہجر گل بہاری ۔۔۔ تو صبرم دہ بدل اے پاک باری

بجز راہ قدیمی رفتنی نیست ۔۔۔ وہش پس بر سرپل وقت یاری

کلام خود کہ حق او را سپردہ ۔۔۔ امانت ماند و حافظ رفت و قاری

زحج البیت سہ بارش شرفیاب ۔۔۔ چہارم بار بود اندر تیاری

بعمر شصت و سہ شد سوئے جنت ۔۔۔ قرارش نیز زپس بردباری

سخاوت ظاہرش از شرق تا غرب ۔۔۔ شجاعت در نہادش ذوالفقاری

زعلم ظاہر و باطن خبردار ۔۔۔ تصوف شغل او لیس النہاری

حنیفی مذہب و اولاد نیکاں ۔۔۔ بہ ہر کس منود عکس خاک ساری

نمودہ صحبت شاہ ابوالخیر ۔۔۔ کہ شیخ اکبر است در نقشہ کاری

رساند کے خبر در بارگاہش ۔۔۔ کہ ما زونت خدا را سر بہ زاری

سویم فرزندیے کوھٹوی بود — بہ عرفتش لالہ گل معروف داری

قدم بنہاد چوں درباغ شاہی — زغیب آمد صدا در انتظاری

زلفظِ باغ شاہی سال ہجرش — ہزار و سہ صد و دہ نہ شماری

دو شنبہ وقت اشراق و زرمضاں

دہ و دو قطع شد چوں رشتہ داری

تالیفات وتصانیف | ۱. مدح الابرار۔ اپنے والد حضرت جی صاحب رحمہ اللہ پر جتنے مدحیہ اشعار پشتو زبان میں لکھے گئے ہیں ان تمام اشعار کو اس کتاب میں جمع کردئے ہیں۔ اصل قلمی نسخہ سے ان کے صاحبزادے صاحبزادہ عبدالحیٔ نے نقل کرکے اور اس میں اضافہ کرکے لاہور سے چھپوائی۔

۲. مخزن الاسرار۔ یہ کتاب دراصل مولوی صفی اللہ خٹک کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حضرت جی کے حالات اور تصوف کے اسرار و رموز درج ہیں۔ صاحبزادہ حافظ صاحب نے اسے مرتب کیا ہے۔

۳. مناقب حضرت جی۔ حضرت جی پر عربی اور فارسی میں جو قصیدے اور مرثیے لکھے ہیں حافظ صاحب نے ان کو اس رسالہ میں یکجا کردیا ہے۔

اولاد | آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔

۱. صاحبزادہ محمد عیسیٰ۔ ولادت ۱۲۸۳ھ

۲. صاحبزادہ عبدالحیٔ۔ ولادت ۱۲۹۰ھ

۳. صاحبزادہ حافظ عبداللہ

۴. صاحبزادہ محمد عمر۔ ولادت ۱۳۰۰ ؍؍

۵. صاحبزادہ سید اسحاق۔ ولادت ۱۳۰۲ھ

دارالعلوم محمدیہ مٹورہ

ضلع بنوں

عرصہ پانچ سال سے موقوف علیہ دورۂ حدیث کی پڑھائی کے ساتھ شعبۂ حفظ کی خدمات بھی انجام دے رہا ہے۔ بیرونی طلبہ کے قیام وطعام اور کتابوں کا دارالعلوم کفیل ہے۔ حسب ضرورت تعمیرات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ علاقہ نہایت ہی پسماندہ ہے۔ اہل خیر سے امداد کی اپیل ہے۔

مولانا شیر عالم حقانی۔ دارالعلوم محمدیہ مٹورہ ڈاکخانہ بی۔ او ضلع بنوں۔

PAKISTAN TOBACCO

PTC

COMPANY LIMITED

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجیے مزدور کو

کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو

ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو

TELEGRAMS · PAKTOBAC AKORA KHATTAK

TELEPHONES : NOWSHERA 498 & 59[illegible]

PAKISTAN TOBACCO COMPANY. LIMITED

AKORA KHATTAK FACTORY P. O., NOWSHERA

(N. W. F. P.—PAKISTAN)